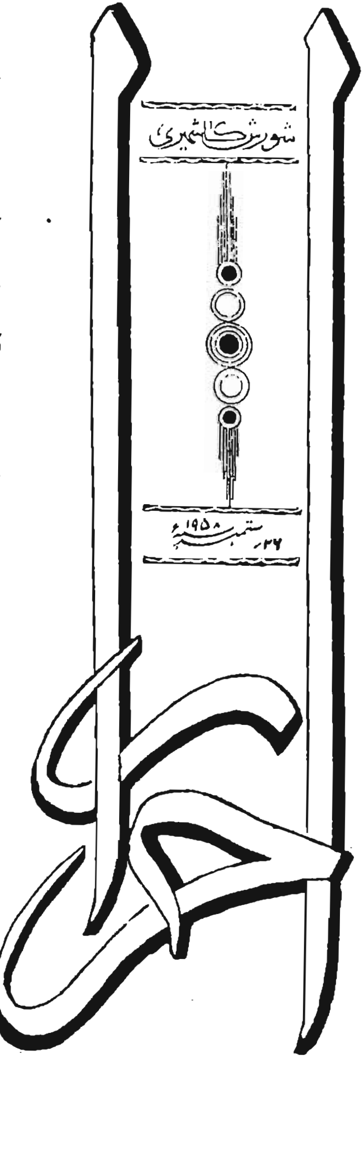

یارو ہم ایسے لوگوں پر، برقِ ستم لہرانے دو
جتنی گھٹائیں جھوم کے اُٹھیں، اُن سب کو چھا جانے دو

دنیا والے دل والوں کے نام سے اکثر چڑتے ہیں
خونِ دل سے بات بنے گی خونِ دل بہہ جانے دو

جام و سبو پر مٹنے والو، پیرِ مغاں کا منشا ہے
فطرت کے اسرار و معانی رندوں کو سمجھانے دو

ہم وحشی ہر دور میں یارو زنجیروں سے اُلجھے ہیں
خارِ مغیلاں چن کر لاؤ، تلوؤں کو سہلانے دو

موسمِ گل میں دیوانوں کے جیب و گریباں پھٹتے ہیں
یہ ہے فقیہہ شہر کا فتویٰ، پھٹتے ہیں پھٹ جانے دو

ہم نے سنا ہے دستِ خزاں نے دامنِ لالہ چاک کیا
لیکن اس سے بھی نبٹیں گے موسمِ گل تو آنے دو

شاہ صاحب کی باتیں سن کر دل پر چوٹ سی لگتی ہے
تاہم شوق یہی کہتا ہے موتی ہیں برسانے دو

اپنی بات کہیں تب جانیں شعر تو سب ہی کہتے ہیں
فکرِ بلند سے یاروں کو اِک ایسی غزل کہہ لانے دو"